ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

آثارِ صحابہؓ کی تشریعی حیثیت: تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Legislative Status of Saying and Deeds of Companions

Dr. Muhammad Irfan*
Dept. of Islamic thought and culture, National University of Modern Languages (NUML), Lahore Campus

Abstract
The Companions witnessed the revelation and comprehend its explanation and meanings directly from the Prophet Muhammadﷺ. Their deeds and character were praised by Allah in the Holy Qur’an. The majority of Jurists and Muhadditheen considered their deeds and saying as the most reliable sources of interpretation and explanation of the Qur'an. In the same way through which Ummah received the Hadith, the sayings and actions also been received. Jurists agreed that deeds and sayings of companions are actually deeds and sayings of the Prophet. Hadith books contain a large collection of the sayings and actions of the Companions. The jurists clarified the authenticity and legal status of the deeds and saying of the Companions. Regarding legislative status it will first be seen whether the other Companions contradict it or not. If there is no contradiction, it will be followed. If there is, it will be seen whether those who oppose are superior in knowledge and grace or not, if they are, their opinion will be preferred, otherwise that opinion will be accepted. Similarly, if there is conflict between opinion of Companion and Qiyas the opinion will have priority and Qiyas will be abandoned.

Keywords: Companions, Saying and Deeds, Legislative Status, Analytical Study

موضوع کا تعارف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ منتخب ہستیاں تھیں جنہوں نے بذات خود نزولِ وحی کا مشاہدہ کیا اور اس کے مطالب و مفاہیم کو براہِ راست آنحضرت ﷺ سے سیکھا تھا۔ ان کے حسنِ عمل اور حسنِ کردار کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کی اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے زمانے کو خیر القرون کا زمانہ قرار دیا تھا۔ صحابہ کرام کی اتباع کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا:

> مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به لاعذر لأحد في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله فسنة منّي ماضية، فإن لم يكن سنّتي فما قال أصحابي؛ إنّ أصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيما أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمة.[1]

---

* Email of corresponding author: irfannadeem313@gmail.com

جب بھی تمہیں کتاب اللہ کا کوئی حکم پہنچے تو اس پر عمل لازم پکڑو اور عمل نہ کرنے پر کوئی عذر قبول نہیں ہو گا۔ اگر کوئی مسئلہ قرآن میں نہ ملے تو میری سنت میں اسے تلاش کرو۔ اگر میری سنت میں بھی نہ ہو تو میرے صحابہ کے اقوال میں اسے تلاش کرو۔ بیشک میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جس کا دامن بھی پکڑو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو نہ صرف سنت سے تعبیر کیا بلکہ اس کی پیروی کو لازم قرار دیا، ارشاد فرمایا:

عليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين[2]

میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک اہل السنّہ والجماعہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کرتے آئے ہیں اور جمہور فقہاء و محدثین نے ان کے آثار کو قرآن و سنت کی تشریح و توضیح کا سب سے با اعتماد ماخذ مانا اور احکام کے ثبوت میں حجّتِ شرعیہ قرار دیا ہے۔ محدثین و فقہا اقوال صحابہ سے حدیث نبوی میں تخصیص تک روا رکھتے تھے۔ امام ترمذیؒ "قرأة خلف الإمام" کے بارے میں ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أما أحمد بن حنبل فقال: معنى قول النبي ﷺ: لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب: إذا كان وحده. واحتج بحديث جابر بن عبدالله حيث قال: من صلىّ ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصلّ، إلا أن يكون وراء الإمام. قال أحمد: فهذا رجل من أصحاب النبي ﷺ تأول قول النبي ﷺ: لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب إذا كان وحده.[3]

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حضور ﷺ کے اس ارشاد کہ جس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔ امام احمدؒ نے اس پر حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک رکعت بھی سورت فاتحہ کے بغیر پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابر حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں اور انہوں نے آپ ﷺ کے ارشاد لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب إذا كان وحده کا مطلب یہی سمجھا ہے۔

حتیٰ کہ اگر صحابیؓ آنحضرت ﷺ سے کوئی روایت نقل کرے اور ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہو تو اسے حدیث کے منسوخ ہونے کی علامت قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت سنت و بدعت میں حدِ فاصل صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال کو ہی ٹھہراتے ہیں کہ جس طریقہ پر بھی کسی صحابیؓ کا عمل مل گیا اسے کسی صورت بدعت و گمراہی نہیں کہا جا سکتا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دین کے وہ امور جو قرآن، سنت، اجماع اور اثرِ صحابیؓ کے خلاف ہوں بدعت اور گمراہی ہیں۔[4]

جس طرح حدیث رسول ﷺ کا علمی سرمایہ سند و روایت سے امت کو ملا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال بھی امت کو سند اور تواتر سے ملے ہیں۔ صحابہ کرام کے افعال و اعمال دراصل نبی اکرم ﷺ کے اعمال و افعال ہی ہوا کرتے تھے، مثلاً صحابہ کرام مخاطبین کو نام لے کر فرماتے تھے کہ ہم تمہیں حضور ﷺ کی طرح عمل کر کے دکھائیں۔ کبھی یوں کہتے تھے کہ ہم حضور ﷺ

کے عہدِ مبارک میں ایسا کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا کہ صحابہؓ کے اپنے اعمال ہی آپ ﷺ کی تعلیمات کا نشان سمجھے جاتے تھے۔ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

> یہ حقیقت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے صرف سنی ہوئی روایات کو ہی نقل نہیں کیا بلکہ عمل کے ذریعے بھی آپ کی سنت کو آگے منتقل کیا۔ ذرا سوچیے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے کبار صحابہؓ نے جو کچھ حضور انور ﷺ سے 23 سالہ حیاتِ نبوت میں سنا ہو گا کیا اس کی مقدار صرف اتنی ہے جتنی احادیث ان سے مروی ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے صرف سو حدیثیں مروی ہیں۔ حالانکہ وہ وفات تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپ ﷺ کی کوئی بھی بات ان سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت سے ان کو شرفِ حضوری اور آپ کے قول و فعل کا علم رہا۔ آپ کی سیرت و کردار کا ہر پہلو ان کے سامنے تھا۔ امت میں سب سے زیادہ حضور ﷺ سے ابو بکرؓ ہی واقف تھے۔ یہی حال دوسرے کبارِ صحابہؓ کا ہے کہ جو کچھ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا یا آپ کے حالات کا مشاہدہ کیا تھا اس کے مقابلے میں ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر یہ اپنے مشاہدات اور مسموعات کو روایت کرتے تو ان کی روایات کی تعداد حضرت ابو ہریرہؓ سے کہیں زیادہ ہوتی۔[5]

یہی وجہ ہے کہ محدثین کرامؒ کتبِ حدیث میں صرف مرفوع حدیثیں ہی نقل نہیں کرتے بلکہ ان میں ایک بڑا ذخیرہ ان روایات کا بھی ہوتا ہے جن میں صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کا ذکر ہے۔ اور فقہاء کرامؒ نے بھی اپنی کتابوں میں جہاں خبرِ واحد کی حجیّت کو اہتمام سے ذکر کیا ہے وہیں آثارِ صحابہؓ کی حجیّت و تشریعی حیثیت کو بھی واضح کیا ہے۔ آنے والی سطور میں ہم درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کو آگے بڑھائیں گے ۔ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین کی نظر میں، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیّت، اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مراتب، عہد نبوی میں اجتہادِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حکم، مجتہد فیہ مسائل میں اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حکم، قولِ صحابی رضی اللہ عنہ کا حدیثِ مرفوع کے مخالف ہونا اور قولِ صحابی رضی اللہ عنہ کا قیاس پر مقدم ہونا۔

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین کی نظر میں:

امام ابو حنیفہؒ

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:

> جو حکم نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اقوال ہم تک پہنچے تو جس قول کو ہم مناسب سمجھیں اختیار کرتے ہیں لیکن جب معاملہ تابعین تک پہنچتا ہے تو ہم اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔[6]

اسی طرح فرماتے ہیں:

> اگر مجھے کتاب و سنت میں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تو میں اقوالِ صحابہؓ پر عمل کرتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کے اقوال سے تجاوز کر کے کسی اور کا قول اختیار کروں۔[7]

امام مالکؒ

شیخ عبد اللہ بن سالم صحیح بخاری کی شرح میں اور علامہ زرقانی شرح موطا میں امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف احادیث منقول ہوں اور ہمیں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا کسی ایک حدیث پر عمل معلوم ہو جائے تو یہ اس حدیث کے راجح ہونے کی دلیل ہے۔[8]

امام شافعیؒ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو جائے تو جس کا قول قرآن، سنت، اجماع یا قیاس کے زیادہ موافق ہو ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ اگر صرف ایک صحابیؓ کا قول ہو اور دیگر صحابہ کرامؓ کا اس کے موافق یا مخالف کوئی قول منقول نہ ہو اور نہ ہی قرآن، سنت اور اجماع وغیرہ میں اس مسئلہ کے بارے کوئی حکم ہو تو میں اسی ایک قول کی اتباع کرتا ہوں۔[9]

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم، اجتہاد، ورع، عقل اور ہر اس معاملے میں جس کا علم سے استدراک یا استنباط کیا جاسکتا ہے ہم سے بڑھ کر ہیں اور ان کی آراء قابلِ ستائش اور ہماری آراء سے بہتر ہیں۔ میں نے اپنے شہر کے جتنے بھی پسندیدہ لوگوں کو پایا وہ اگر کسی مسئلہ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ پاتے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوتا تو اسے اختیار کر لیتے اور اگر اختلاف ہوتا تو کسی ایک قول کو اختیار کر لیتے تھے۔[10]

جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہو تو جس کا قول کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے موافق ہو میں اسے اختیار کرتا ہوں کیوں کہ یہ قول دوسرے کے مقابلے میں زیادہ قوی ہے۔ اور اگر کسی کا قول بھی قرآن و سنت کے موافق نہ ہو اور ایک طرف ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہوں تو ان کا قول راجح ہو گا۔[11]

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیّت

جمہور فقہاء اور محدثین کے ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال اور فتاویٰ سب حجّت ہیں۔ چنانچہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

کسی صحابیؓ کا قول عہدِ صحابہ میں مشہور ہو جائے اور کوئی صحابیؓ اس سے اختلاف نہ کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک یہ اجماع اور حجت ہے۔ اور اگر وہ قول مشہور نہ ہو یا معلوم نہ ہو کہ مشہور ہوا ہے یا نہیں تو جمہور حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، اسحاق بن راہویہ اور ابو عبید کے نزدیک حجّت ہے۔[12]

ابن القیمؒ نے قولِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیّت پر تقریباً 46 دلائل ذکر کیے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو دعا دی تھی:

اللهم فقهه في الدين[13]

اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما۔

یہ ناممکن ہے کہ حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جن کو حضور ﷺ نے دعا دی ہو جو کہ یقینی طور پر مقبول ہے وہ کوئی فتویٰ دیں اور وہ غلط ہو۔[14] حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

خير القرون القرن الذي بعثت فيهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم[15]

سب سے بہترین زمانہ وہ ہے جس میں مَیں مبعوث کیا گیا ہوں پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ۔

اس میں آپ ﷺ نے اپنے زمانے کو مطلقاً خیر کا زمانہ قرار دیا ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ صحابہ کرامؓ بھلائی کے تمام کاموں میں مقدم ہوں کیوں کہ اگر بعض کاموں میں مقدم ہوں تو وہ مطلقاً خیر کا زمانہ نہیں رہے گا۔ لہٰذا اگر یہ ممکن مانا جائے کہ کسی صحابیؓ سے کوئی خطاء ہوئی اور دیگر صحابہؓ نے اس کی درستگی نہیں کی بلکہ بعد کے کسی زمانے میں کسی شخص کو اس کا اندازہ ہوا تو اس سے لازم آئے گا کہ صحابہ کرام کا زمانہ خیر القرون نہیں تھا اور یہ ممکن نہیں ہے۔[16]

اقوال صحابہ کی حجیت کی عقلی دلیل

کسی صحابیؓ کے قول کی چھ وجوہات اور صورتیں ہو سکتی ہیں:

صحابی نے وہ قول آپ ﷺ سے سنا ہو گا۔

ان سے سنا ہو گا جنہوں نے آپ ﷺ سے سنا ہو۔

کسی آیت سے وہ مفہوم سمجھا ہو گا لیکن ہم پر وہ مخفی ہو گا۔

وہ قول تمام صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ تھا لیکن ہم تک صرف اسی ایک صحابیؓ کے ذریعے پہنچا۔

وہ قول لغت اور دلالتِ لفظ میں کمال علم کی بناء پر کہا ہو گا۔

وہ قول قرائن کی بناء پر یا ایسے امور کے جمع ہونے کی بناء پر کہا ہو گا جن کو وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ طولِ صحبت اور آپ کے افعال، احوال اور سیرت کے مشاہدہ کرنے اور آپ ﷺ کے مقاصد کا علم رکھنے اور آپ ﷺ کے افعال کے ذریعے اس کی عملی تفسیر کا مشاہدہ کرنے کی بناء پر سمجھا ہو گا۔ یہ تمام احتمالات وجوبِ اتباع کو ثابت کرتے ہیں۔[17]

اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مراتب

اگر کسی صحابی کا کوئی قول نقل کیا جاتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی مخالفت کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر مخالفت کریں اور وہ علم میں ان کے مماثل ہوں تو ایک کا قول دوسرے کے لیے حجّت نہیں ہو گا۔ اور اگر مخالفت کرنے والے علم میں ان سے بڑھ کر ہوں مثلاً خلفاء راشدین میں سے کوئی ہوں تو ان کا قول دوسرے کے لیے حجّت ہو گا۔ اور اگر دونوں جانب خلفاء راشدین میں سے بعض ہوں تو جس جانب اکثر ہوں گے وہ غالب ہو گی اور اگر دونوں جانب دو دو ہوں تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی جانب راجح ہو گی اور اگر ایک جانب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں اور دوسری جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو جس جانب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں وہ راجح ہو گی۔۔۔ الخ۔

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال مختلف ہوں اور دونوں جانب دلائل برابر ہوں تو کثرت کی بناء پر کسی ایک کو ترجیح دی جائے گی آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے:

عليكم بالسواد الأعظم [18]

بڑی جماعت کو لازم پکڑو!

اور اگر دونوں جانب تعداد بھی برابر ہو تو جس جانب خلفاء اربعہ میں سے کوئی ہو گا اس کو مقدم کیا جائے گا کیوں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

قد تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها، لايزيغ عنها بعدي إلاّ هالك، ومن يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بماعرفتم من سنتي، وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، وعليك بالطاعة وإن عبدا حبشيا، وعضو عليها بالنواجذ! [19]

میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جارہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح چمکدار ہے میرے بعد جو اس سے اعراض کرے گا وہ ہلاک ہو گا۔ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا، پس تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور اطاعت کرتے رہنا اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ۔

اور اگر دونوں جانب تعداد بھی برابر ہو اور خلفاء راشدین بھی ہوں لیکن ایک جانب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کوئی ایک ہوں تو اس میں دو قول ہیں:

دونوں جانبیں برابر ہیں آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے:

سألت ربي تعالى فيما اختلف فيه أصحابي من بعدي، فأوحى الله إليّ: يا محمد! إنّ أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أضوؤ من بعض، فمن أخذ بشيء ممّا هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدىً [20]

میں نے اللہ تعالیٰ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! (ﷺ) آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں بعض زیادہ روشن ہیں بعض کم۔ ان کے اختلاف میں سے جس پر بھی کوئی عمل کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جس جانب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کوئی ایک ہو وہ راجح ہو گی۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر و عمر [21]

تم میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا [22]

عہدِ نبوی میں اجتہادِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حکم

آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں اجتہادِ صحابہ کی عموماً تین صورتیں ہوتی تھیں، پہلی دو صورتوں کا اجتہاد مقبول اور تیسری کا مقبول نہیں تھا۔ مثلاً:

پہلی صورت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کریں اور صحابی اجتہاد سے جواب دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وشاورهم في الأمر [23]

آپ معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ کیجیے

چنانچہ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور دیگر معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اس صورت میں اجتہاد اس لیے جائز ہے کہ آپ ﷺ نے خود اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رجلين اختصما إلى النبيّ ﷺ فقال لي: اقض بين هذين. فقلت: يا رسول الله! أقضي بينهما وأنت حاضر؟ قال: فإن اجتهدت فأصبت فلك عشر حسنات، وإن أخطأت فلك حسنة واحدة[24]

دو آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر آئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے درست اجتہاد کیا تو دس نیکیاں ملیں گی اگر خطا ہو گئی تو ایک نیکی ملے گی۔

دوسری صورت آپ ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابیؓ نے اجتہاد کیا اور اس سے مستنبط شدہ مسئلہ کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اگر آپ ﷺ اس پر راضی ہو گئے تو اجتہاد صحیح ہو گا ورنہ باطل۔ جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فوت شدہ رکعات کی قضاء کو ترک کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ اس پر راضی ہوئے اور فرمایا:

سنّ لكم معاذ، فكذلك فافعلوا[25]

معاذ نے تمہارے لیے طریقہ مقرر کر دیا اب تم بھی اسی طرح کیا کرو

ایسے ہی حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے بدر کے موقع پر پڑاؤ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے اسے قبول کیا اور ان کے اجتہاد پر نکیر نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکّۃ المکرمہ کے مسلمانوں کو خط لکھا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد تھا آپ ﷺ نے ایسا کرنے کو نہیں فرمایا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان کے اجتہاد پر نکیر نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی تعظیم کے پیشِ نظر عہد نامہ سے آنحضرت ﷺ کا نام مٹانے سے انکار کر دیا اور یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں کی اور اپنے ہاتھ سے نام مٹا دیا۔

تیسری صورت جس میں اجتہاد غیر مقبول ہے وہ یہ کہ کوئی صحابی حضور ﷺ کے حکم و علم کے بغیر ہمیشہ کے لیے کوئی حکم نافذ کر دے۔ اس صورت میں اجتہاد اس لیے جائز نہیں کہ ہو سکتا ہے اس حکم کے بارے میں کوئی نص نازل ہو چکی ہو اور ان کے لیے ممکن بھی تھا کہ اس کے نزول کے بارے میں جان لیتے لیکن اس کے باوجود اجتہاد کرنا اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا ہے۔[26]

مجتہد فیہ مسائل میں اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حکم

علامہ عبد الحئی لکھنویؒ "فواتح الرحموت" میں لکھتے ہیں:

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام ابو بکر رازیؒ، ابو سعید بردعیؒ، فخر الاسلام بزدویؒ اور شمس الائمہ سرخسی کا قول یہ ہے کہ مجتہد فیہ مسائل میں صحابیؓ کا قول غیر صحابی کے حق میں سنت کے مماثل ہے اور اس پر واجب ہے کہ صحابیؓ کی تقلید کرے اور اپنی رائے کو ترک کر دے۔ البتہ صحابیؓ کا قول صحابیؓ کے حق میں سنت کے مماثل نہیں ہو گا۔

قولِ صحابی کا حدیثِ مرفوع کے خلاف ہونا

صحابی کا قول حدیث صحیح مرفوع کے معارض ہو تو حدیث کو ترک کیا جائے گا یا قولِ صحابی کو؟ درست بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قول و فعل اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ لہٰذا اگر صحابی کا قول حدیثِ نبوی کے مخالف ہو تو حدیث کو لیا جائے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسنِ ظن اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے ان کی اقتداء کی ترغیب کی بناء پر قولِ صحابی کی حدیث کے ساتھ تطبیق کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ حیزِ خلاف سے نکل کر قبولیت کا درجہ حاصل کرلے۔ تطبیق کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً ایک کو عزیمت اور دوسرے کو رخصت پر محمول کرلیا جائے جیسا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ رکوع میں تطبیق کرتے تھے جبکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے چنانچہ انہوں نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو رخصت پر اور تطبیق کرنے کو عزیمت پر محمول کیا۔

عموماً قول صحابی حدیث کے خلاف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ حدیث اس صحابی تک نہیں پہنچی ہوتی، یا حدیث تو پہنچی ہوتی ہے لیکن صحابی کسی قرینہ کی بناء پر اسے خلافِ ظاہر پر محمول کرتے ہیں (لیکن اس سے ظاہر کا بطلان لازم نہیں آتا) یا حدیث کو تو ظاہر پر ہی محمول کرتے ہیں لیکن دوسری ایسی حدیثِ معارض کی بناء پر اسے ترک کردیتے ہیں جو ان کے نزدیک اس کے مساوی یا اس سے راجح ہو۔
ابن ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجّت اور اس کی تقلید واجب ہے بشرطیکہ سنّتِ رسول کے مخالف نہ ہو۔[27]

قولِ صحابی کا قیاس پر مقدم ہونا

ابو الحسن کرخیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے بہت سارے مسائل میں امام ابو یوسفؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اس مسئلہ میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے لیکن میں نے اثر کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا ہے۔" ابو الحسن کرخیؒ فرماتے ہیں اثر سے مراد صحابیؓ کا وہ قول ہے جس کے خلاف دیگر صحابہؓ کا کوئی قول نہ ہو اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی مسئلے کے بارے میں کسی صحابیؓ کا قول منقول ہو اور دیگر صحابہ کا ان سے اختلاف منقول نہ ہو تو اس کی تقلید کرنا قیاس سے بہتر ہے۔

امام ابو بکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کا جو مذہب ابو الحسن کرخیؒ نے ذکر کیا ہے فقہاء احناف کا یہی مذہب کتب اصول میں مذکور ہے۔ چنانچہ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ جس شخص پر ایک نماز کے وقت تک غشی طاری رہے اس میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ قضاء واجب نہ ہو لیکن فقہاء نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے اثر کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا کہ جب ان پر ایک دن اور ایک رات تک غشی طاری رہی تو انہوں نے تمام نمازوں کی قضاء کی۔

اسی طرح ابو عمر طبریؒ ابو سعید بردعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابیؓ کا قول حجّت ہے جب تک دیگر صحابہ کا ان سے اختلاف نہ ہو اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔ صحابی کا قول بمنزلہ خبرِ واحد کے ہے اور خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابیؓ کے قول میں یہ احتمال ہے کہ ان کے پاس کوئی نص ہو جس کی وجہ سے یہ قول اختیار کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے یہ قول اختیار کیا ہو ان دونوں احتمالات کی بناء پر ان کی تقلید کی جائے گی اور اپنی رائے کو ترک کردیا جائے گا۔

خلاصہ بحث

صحابہ کرام نے بذات خود نزولِ وحی کا مشاہدہ کیا اور اس کے مطالب و مفاہیم کو براہِ راست آنحضرت ﷺ سے سمجھا تھا۔ ان کے حسنِ عمل اور حسنِ کردار کی تعریف اللہ تعالی نے قرآنِ مجید میں کی اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے زمانے کو خیر القرون کا زمانہ قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء و محدثین نے ان کے آثار کو قرآن و سنت کی تشریح و توضیح کا سب سے بااعتماد ماخذ مانا اور احکام کے ثبوت میں حجّتِ شرعیہ قرار دیا ہے۔

جس طرح حدیث سند و روایت سے امت کو ملی ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال بھی امت کو سند اور تواتر سے ملے ہیں۔ صحابہ کرام کے افعال و اعمال دراصل نبی اکرم ﷺ کے اعمال و افعال ہی ہوا کرتے تھے۔ کتب حدیث میں صرف مرفوع حدیثیں ہی منقول نہیں ہیں بلکہ ان میں بڑا ذخیرہ صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کا بھی ہے۔ اسی طرح فقہاء کرامؒ نے اپنی کتابوں میں جہاں خبرِ واحد کی حجیّت کو اہتمام سے ذکر کیا ہے وہیں آثارِ صحابہؓ کی حجیّت و تشریعی حیثیت کو بھی واضح کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں اجتہادِ صحابہ کی عموما تین صورتیں ہوتی تھیں، پہلی دو صورتوں کا اجتہاد مقبول اور تیسری کا مقبول نہیں تھا۔ پہلی صورت یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کریں اور صحابی اجتہاد سے جواب دے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابیؓ نے اجتہاد کیا اور اس سے مستنبط شدہ مسئلہ کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اگر آپ ﷺ اس پر راضی ہوگئے تو اجتہاد صحیح ہوگا ورنہ باطل۔ تیسری صورت جس میں اجتہاد غیر مقبول ہے وہ یہ کہ کوئی صحابی حضور ﷺ کی موجودگی میں آپ کے حکم و علم کے بغیر ہمیشہ کے لیے کوئی حکم نافذ کرنا چاہیں اور یہ ناممکن تھا۔

کسی صحابی کے قول کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی مخالفت کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر مخالفت موجود نہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگر مخالفت موجود ہو تو دیکھا جائے گا کہ مخالفت کرنے والے علم و فضل میں برتر ہیں یا نہیں، اگر برتر ہیں تو ان کے قول کو ترجیح دی جائے گی بصورت دیگر اس صحابی کے قول کو لے لیا جائے گا۔ اسی طرح قول صحابی اور قیاس متعارض ہوں تو قول صحابی کو ترجیح حاصل ہوگی اور قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1]- البيهقي، أبو بكر أحمد بن حسين، المدخل إلى علم السنن، ط1، دار المنهاج، 1437ھ-2016: 2/580-581، والخطيب بغدادي، أبو بكر أحمد بن علي، الكفاية في علم الرواية، ط2، دار الكتب العلمية-بيروت، 1433ھ-2012ء: 47

Al-Bayhaqī, Abū Bakr Ahmad bin Hussein, Introduction to the Science of Sunnah, 1st ed., Dar Al-Minhaj, 1437 AH-2016: 2/580-581, and Al-Khatib Baghdadi, Abu Bakr Ahmad bin Ali, Al-Kifaya fi Ilm Al-Riwayah, 2nd ed., Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah-Beirut, 1433 AH-2012: 47

[2]- الإمام أحمد بن حنبل في مسنده، ط المكتبة الوحيدية: 10/292، (17079)۔ و أبو داود، سليمان بن الأشعث في سننه، باب في لزام السنّة، ط3 دار اليسر-بيروت، 1431ھ-2010ء: 5/247، (4599)

Imam Ahmad bin Hanbal in his Musnad, published by Al-Wahidiyyah Library: 10/292, (17079). And Abu Dawud, Sulayman bin Al-Ash'ath in his Sunnah, Chapter on the Obligation of the Sunnah, 3rd ed., Dar Al-Yusr-Beirut, 1431 AH-2010: 5/247, (4599)

[3] - الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى، الجامع الكبير، ط دار الغرب الإسلامي، 1998ء: 1/346.

Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Al-Jami' Al-Kabir, published by Dar Al-Gharb Al-Islami, 1998: 1/346. - Ibn al-Qayyim, Abu Abdullah Muhammad bin Abi Bakr, I'lam al-Muwaqqi'in 'an Rabb al-'Alamin, 1st ed., Dar Ibn al-Jawzi, 1423 AH: 5/551.

[4]- ابن القيم، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين عن رب العالمين، ط1، دار ابن الجوزي، 1423ھ: 5/551.

I'lam al-Muwaqqi'in 'an Rabb al-'Alamin, 1st ed., Dar Ibn al-Jawzi, 1423 AH: 5/551.

[5]- إعلام الموقعين: 6/19.

I'lam al-Muwaqqi'in: 6/19.

[6]- البيهقي، أبو بكر أحمد بن حسين، المدخل إلى علم السنن، ط1، 1437ھ-2016: 2/533.

Al-Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad bin Husayn, Introduction to the Science of Sunnah, 1st ed., 1437 AH-2016:

[7]- ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله القرطبي، الانتقاء في معرفة الثلاثة الفقهاء، ط المكتبة الغفورية-باكستان: 264.

Ibn Abd al-Barr, Abu Omar Yusuf bin Abdullah al-Qrtubi, Selection in Knowing the Three Jurists, Al-Ghafooriyah Library Publishing-Pakistan: 264.

[8]- التتوي، عبد اللطيف سندي، ذب ذبابات لدراسات، ط إحياء الأدب السندي: 2/402.

Al-Tatwi, Abdul Latif Sindi, Dhabb Dhabbat for Studies, Ihya' al-Adab al-Sindi Publishing: 2/402.

[9]- المدخل إلى علم السنن: 2/530.

Introduction to the Science of Sunnah: 2/530.

[10]- أيضا: 2/532.

Ibid: 2/532.

[11]- أيضا: 2/532.

Ibid: 2/532.

[12]- إعلام الموقعين: 5/548-555.

I'lam al-Muwaqqi'in: 5/548555

[13]-البخاري، أبو عبد الله محمد بن اسماعيل في صحيحه، باب وضع الماء عند الخلاء، ط3، 1431ه-2010، دار المعرفة: 112. والإمام أحمد، في مسنده، حديث عبد الله بن العباس: 2/441، (2397). وابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد في مصنفه، ماذكر في ابن العباس، ط1، 1427ه-2006ء، دار المنهاج: 17/188. وابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان، ذكر وصف الفقه والحكمة، ط1، 1423ه-2011ء، الرسالة العالمية: 15/531، (7055). والبزار، أبو بكر عمر بن عبد الخالق في مسنده، مسند ابن العباس، ط 1434ه-2013ء، دار الحديث: 5/490، (5127).

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail in his Sahih, Chapter on putting water in the toilet, 3rd ed., 1431 AH-2010, Dar Al-Ma'rifah: 112. Imam Ahmad, in his Musnad, Hadith of Abdullah bin Abbas: 2/441, (2397). Ibn Abi Shaybah, Abu Bakr Abdullah bin Muhammad in his Musannaf, What was mentioned about Ibn Abbas, 1st ed., 1427 AH-2006, Dar Al-Minhaj: 17/188. Ibn Hibban, Abu Hatim Muhammad bin Hibban, Mention of the description of jurisprudence and wisdom, 1st ed., 1423 AH-2011, Al-Risalah Al-'Alamiyyah: 15/531, (7055). Al-Bazzar, Abu Bakr Omar bin Abdul Khaliq in his Musnad, Musnad of Ibn Abbas, 1st ed., 1434 AH-2013, Dar Al-Hadith: 5/490, (5127).

[14]-إعلام الموقعين: 6/17.

I'lam Al-Muwaqqi'in: 6/17.

[15]-مسلم بن الحجاج القشيري، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، ط3، 1431ھ-2010ء، دار المعرفة-بيروت: ص1160(210)۔ والبغوي، حسين بن مسعود في شرح السنة، باب خير القرون، ط1، 1438ه-2017ء، دار ابن حزم: 3/2572.

Muslim bin Al-Hajjaj Al-Qushayri, Chapter on the Merit of the Companions and Then Those Who Follow Them, 3rd ed., 1431 AH-2010 AD, Dar Al-Ma'rifah-Beirut: p. 1160(210). And Al-Baghawi, Hussein bin Mas'ud in Sharh Al-Sunnah, Chapter on the Best of Centuries, 1st ed., 1438 AH-2017 AD, Dar Ibn Hazm: 3/2572.

[16]-إعلام الموقعين: 5/574-575.

I'lam Al-Muwaqqi'in: 5/574-575.

[17]-أيضا: 6/20.

Also: 6/20.

[18]-الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله في المستدرك، كتاب العلم، ط قديمي كتب خانه: 1/216، (395) وقال: لو حفظه خالد لحكمنا به بالصحة. ووافقه الذهبي في التلخيص.

Al-Hakim, Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah in Al-Mustadrak, Book of Knowledge, Old Edition, Book of Books: 1/216, (395) and he said: If Khalid had memorized it, we would have ruled it to be authentic. Al-Dhahabi agreed with him in Al-Talkhees.

[19]-تقدم تخريجه: ص2.

Its graduation was presented: p. 2.

[20]-الخطيب البغدادي في الكفاية: 47.

Al-Khatib Al-Baghdadi in Al-Kifaya: 47.

[21]-الترمذي في جامعه: 6/137.

Al-Tirmidhi in his Jami': 6/137.

[22]-الخطيب بغدادی، أبو بكر أحمد بن علي، الفقيه والمتفقه، ط وحيدي كتب خانه: 344، 345.

Al-Khatib Baghdadi, Abu Bakr Ahmad bin Ali, The Jurist and the Jurist, Wahidi Books House edition: 344, 345

[23]-آل عمران: 159.

Al-Imran: 159.

24- الدارقطني، علي بن عمر، في سننه، كتاب في الأقضية والأحكام، ط مكتبة رحمانية: 2/108، (4411)۔ والطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد، في المعجم الأوسط، من اسمه محمود، ط2، 1433ھ-2012ء، دار الكتب العلمية: 6/31، (7888)۔ ولفظ الطبراني: فأصبت فلك حسنتان.

Al-Daraqutni, Ali bin Omar, in his Sunan, Book on Judgments and Rulings, Rahmaniah Library edition: 2/108, (4411). And Al-Tabarani, Abu Al-Qasim Sulayman bin Ahmad, in Al-Mu'jam Al-Awsat, From the Name of Mahmoud, 2nd edition, 1433 AH-2012 AD, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah: 6/31, (7888). And Al-Tabarani's wording: So I found two good deeds.

25- أبو داود في سننه: 1/479، (507).

Abu Dawud in his Sunan: 1/479, (507).

26- الجصاص، أبو بكر أحمد بن علي الرازي، أصول الجصاص المسمى الفصول في الأصول: 2/375-376.

Al-Jassas, Abu Bakr Ahmad bin Ali Al-Razi, Al-Jassas's Principles called Al-Fusul fi Al-Usul: 2/375-376.

27- اللكهنوي، أبو الحسنات محمد عبد الحي، الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة، ط3، 1442ھ، دار الكتب بشاور: 182-183.

Al-Lucknawi, Abu Al-Hasanat Muhammad Abdul-Hayy, The Excellent Answers to the Ten Complete Questions, 3rd ed., 1442 AH, Dar Al-Kutub Peshawar: 182-183